ہفت تماشائے مرزا قتیل

ڈاکٹر محمد عمر صاحب استاذ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

(۴)

کایتھ فرقے کی شاخیں | واضح رہے کہ کایتھ فرقے کی بارہ شاخیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ اُن کے مورث اعلیٰ کی دو بیبیاں تھیں۔ ایک بی بی کے بطن سے چار لڑکے پیدا ہوئے اور دوسری بی بی سے آٹھ۔ اس طرح دو فرقے دو صورت کے ہیں اور اس حساب سے کل چودہ فرقے ہو جاتے ہیں۔ ان چودہ فرقوں میں سے ہر ایک اپنے فرقہ کے علاوہ کسی دوسرے کے ساتھ طعام و قلیان میں شرکت نہیں کرتے۔ مگر قنوجی برہمن یا اسی طرح کے کسی ذات والے کے ہاتھ سے کھانا بے تامل کھا لیتے ہیں۔ یہ فرقہ اپنے آپ کو دھرم راج نامی کی اولاد میں شمار کرتا ہے۔ اور اپنے مورثِ اعلیٰ کو چتر گپت کہتے ہیں۔ اُن کے قول کے مطابق دھرم راج، برہما کا بیٹا تھا۔ دوسرا فرقہ اُن کا وہ ہے جو اپنا سلسلہ کایتھوں سے ملاتا ہے۔ لیکن کایتھ اُن کو اپنی قوم میں تسلیم نہیں کرتے۔

انانیا فرقہ | یہ جماعت انانیا کہلاتی ہے۔ بادشاہی محل کے دفتروں میں مرزایان دفتر جن کو ہندی میں متصدی کہتے ہیں زیادہ تر اسی فرقہ کے لوگ ہیں۔ یہ لوگ حساب میں اپنا ثانی نہیں رکھتے اور ان کے زن و مرد گوشت اور شراب سے پرہیز نہیں کرتے۔ سوائے اُن کے جو وشنو ہو گیا ہو۔ اور کھتری سیاق فارسی میں کایتوں کے شاگرد ہیں۔ وہ بھی زیادہ تر دفتروں میں نوکری کرتے ہیں۔ لیکن کھتری سپاہی اور عامل پیشہ بھی ہوتا ہے۔ کایتھ اکثر یا تو دفتر کا متصدی ہوتا ہے، ورنہ قانون گو یا زمیندار، اور بہت کم حالتوں میں سپاہی یا عامل پیشہ ہوتا ہے۔ لیکن اُن میں سے جو شخص سپاہی کا پیشہ اختیار کرتا ہے اور حقیقت میں عامل پیشہ ہے۔ اُس سے بہت شجاعت اور پامردی ظہور میں آتی ہے جو برسوں یادگار رہتی ہے۔ یہ لوگ نشہ کے عالم میں اپنے مقدور

اور لوگوں سے تعلق کے بعد معاملات کرتے ہیں۔ اور حالت ہوشیاری میں بھی دوسروں کے ساتھ حُسن سلوک کرنا اور اپنے گھروں کو اچھے فرش فروش سے آراستہ کرنا ان لوگوں کی عادت ہو۔ لہذا یہ لوگ شرافت میں کسی طرح چھتریوں سے کم نہیں ہیں۔ اور علوم ہندی کی تحصیل میں اور اُس سے شغف رکھنے میں نیز ترک و تجرید اور تقویٰ کی زندگی بسر کرتے ہیں، جو ان میں سے کسی کسی کو ملتی ہے، یہ برہمنوں سے پہلو مارتے ہیں اور بعضے گوشت خوری ترک کرنے میں لکڑی کے دانوں کی تسبیح گھماتے ہیں، نیز تجارت کرنے میں ویش کے مانند ہیں۔ لیکن اس طبقے میں ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں اور بعضے جو صفاتِ رذیلہ سے متصف ہیں اور علم میں بالکل کورے ہیں، اُن کو شودر بھی کہا جا سکتا ہے اور کایتوں (کائیتھوں) ہی پر کیا موقوف ہے ہر جاہل اور بازاری آدمی کا یہی معاملہ ہے لیکن اصل میں تو شودر وہی ہیں کہ اُن میں کبھی کوئی باکمال انسان نہ پیدا ہوا ہے نہ ہوگا جیسے کہار، کہ اگر وہ ساتویں آسمان پر بھی پہنچ جائیں تو اشرافت میں اُن کا شمار نہیں ہو سکتا، اسی طرح اہیر یا جاٹ یا کسی کہا ایسی جماعتیں ہیں جو لوگوں کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھاتی ہیں اور یہ لوگ پالکی برداری بھی کرتے ہیں۔

فرقہ کنبو | اسی طرح ایک فرقہ کنبو ہے۔ ملتان اور اُس کے اطراف میں یہ لوگ ایک قول کے مطابق شودر ہیں اور بعضے لوگوں کے نزدیک ویش ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ اسلام سے مشرف ہوئے اور انھوں نے قدر و منزلت پیدا کی۔ اس طرح کہ سلاطین، وزراء اور اُمراء کا تقرب اُن کو حاصل رہا۔ ان میں سے سب لوگ کمال دوست، آشنا پرست، آقا کے دولت خواہ اور غیور دانشمند ہوتے ہیں، اس فرقے میں بہت سے علمار والا مرتبت اور قضاۃِ عالی منزلت اور اہلِ تقویٰ گزرے ہیں۔ اگرچہ اسلام قبول کرنے میں یہ لوگ مغلوں پر سبقت رکھتے ہیں مگر اپنی قوم کے سوا کسی دوسرے فرقے میں رشتہ داری کو جائز نہیں سمجھتے۔ سیدوں کو اپنا پیر و مرشد سمجھتے ہیں۔ لیکن ایسے لڑکے جو کسی سید کی لڑکی کے بطن اور کسی کنبو کے نطفے سے پیدا ہوں نجیب نہیں سمجھتے۔ کوئی کنبو ایسے شخص کو اپنی لڑکی دینے پر آمادہ نہیں ہوگا۔ ہاں وہ لڑکی اس سے منسوب کی جا سکتی ہے جو کسی کنیز کے بطن سے ہو اور ملی ہذا اگر لڑکی ہے تو کوئی کنبو اپنے لڑکے کی اُس سے شادی پسند نہیں کرے گا چاہے وہ کسی سیدہ کے پیٹ سے ہو۔ جب سیدوں کے ساتھ یہ معاملہ ہو تو مغلوں

شیخوں یا افغانوں کی کہاں پرسش ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ فرقہ بھی دنیاوی عزت و حرمت میں کسی فرقہ سے کم نہیں ہے۔

واضح رہے کہ ہندو اپنے عزیزوں کے سوا کسی کے ساتھ ایک برتن میں کھانا نہیں کھاتے، نہ اُن کے ساتھ حقہ پیتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ توے پر پکائی ہوئی گیہوں کی روٹی اور چاول وغیرہ نہیں کھاتے۔ ہاں اگر روغنی روٹی یا مٹھائیاں ہوں تو بلا تامل کھا لیں گے۔ اسی طرح حقے کی نلی بھی منھ سے نہیں لگاتے، بلکہ نارجیل کے سوراخ پر ہاتھ رکھ کر اس سے پی لیتے ہیں خواہ وہ کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں اس میں کچھ ہرج نہیں سمجھتے، اسی طرح حقہ خواہ وہ کسی چیز کا بنا ہوا ہو انھیں پینا ہوگا تو اس کی نلکی نکال کر علیحدہ رکھ دیں گے اور سوراخ پر مٹھی لگا کر دم کھینچ لیں گے۔

دوسری قوموں میں فرق | کھتریوں، برہمنوں اور دوسری قوموں میں فرق یہ ہے کہ تمام ہندوؤں کے عقیدہ کے مطابق چچا، ماموں، پھوپھی اور خالہ کی اولاد کو بلکہ جو ایک ہی داداکی پیڑھی میں ہو اُسے سگی بہن کی برابر سمجھتے ہیں اور کھتری جس قوم کو اپنی لڑکی دیتے ہیں اس کی لڑکی لیتے نہیں ہیں اور جس قوم سے لڑکی لیتے ہیں اُسے دیتے نہیں۔ البتہ بعض برہمنوں اور کاتھوں میں اس قاعدے کی زیادہ پابندی نہیں ہے کبھی ایسا بھی ہوجاتا ہے کہ زید عمرو کا سالا ہے اور عمرو زید کا سالا ہے، دکن کے بعض ہندو اپنے بھانجے کو لڑکی بیاہ دیتے ہیں لیکن بہرحال جو ہندو دھرم شاستر کے پیرو ہیں وہ خالہ یا پھوپھی کی لڑکیوں کو اور بڑی بھاوج کو خواہ بھائی سگا ہو یا رشتے کا، اپنی ماں کی طرح سمجھتے ہیں۔ اور چھوٹی بھاوج کو بہن کی جگہ مانتے ہیں۔

تیسرا باب: انگور پنتھی | ابھی تک سمارتیوں کے فرقے کا ذکر ہو رہا تھا۔ یہ لوگ حقیقتِ مطلق کو بے چون و بے چگون مظاہر کو جو اُن کے عقیدے کے مطابق اسلام کے انبیا۔ اور رسولوں کی طرح ہیں، ذاتِ خداوندی کا مظہر سمجھتے ہیں اور اُن کی عبادت کرتے ہیں۔ وہ متشرع لوگوں کی طرح کسی چیز کے منکر نہیں ہیں اور اُن کی بت پرستی ایسی نہیں ہے کہ وہ بتوں کو خدا یا خدا کا مظہر سمجھتے ہوں بلکہ وہ اس طرح صاحب صورت کو دوست رکھتے ہیں جیسے ایک عاشق معشوق کی تصویر سے دل بہلاتا ہے۔

عقیدہ خواص ہی کا قابلِ اعتبار ہے۔ عوام کے عقائد معتبر نہیں ہوتے بُت پرستی کی اصلیت تو اتنی ہی ہے لیکن اس فرقے کے عوام یقینا بتوں کو خدا سمجھتے ہیں۔ اور نارائن' نرنکار و جوتی سروپ جو جناب کبریا کا نام اور اس کی صفت ہو (نارائن یعنی خدا۔ نرنکار۔ بے شبیہ و بے چون اور جوتی سروپ۔ نور مطلق) ان کے علما خلوص باطن سے صورت پرستی نہیں کرتے انھوں نے جتنی ظاہر پرستی اختیار کر رکھی ہے اتنی تو وہ دوسرے مذاہب میں بھی دلیل و بربان سے ثابت کرتے ہیں لیکن وہ اپنا مضحکہ اڑاتے ہیں کیونکہ ہر فرقے کے عوام کے افعال مذموم ہوتے ہیں' سب کا مدعائے سخن خواص کی طرف ہی ہوتا ہے۔

بہرحال اب ہندوؤں کے ایک اور مذہب کا ذکر کیا جاتا ہے جو اپنی شریعت کی حد سے باہر ہیں انھیں میں ایک فرقہ ہے جو گورکھ ناتھ کے سوا کسی دوسرے کی پرستش نہیں کرتا۔ گورکھ ناتھ ایک عبادت گذار فقیر تھا جس کے پیروکار جوگی کہلاتے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ گورکھ ناتھ عین ذات خداوندی تھا اور تمام اشیائے موجودہ میں اُس کا جلوہ جاری و ساری ہے اور تمام مذاہب و ادیان کا سلسلہ اُس پر ختم ہوتا ہے اُن کا عقیدہ دلائل اور براہین کے ساتھ یہ ہے کہ جب اس کی خواہش ہوئی کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو وجود میں لائے تو خود اُس نے سرور انبیا کی دایہ کی شکل اختیار کرلی اور اس طرح آنحضرتؐ کو گود میں پالا۔ اُن میں سے بعضے اسی دلیل کی بنا پر گائے کا گوشت بھی کھا لیتے ہیں اور اُن میں بعض اس دلیل کی وجہ سے کہ گورکھ ناتھ نے حضرت مریم کی شکل اختیار کرکے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دیا تھا نصرانیوں کی تقلید میں سور کا گوشت کھانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ جو ہندو اس فرقے کے مرید اور معتقد ہیں وہ نوع انسانی میں کسی فرقے کو اپنے فرقہ کی برابر نہیں گردانتے۔ اور ان میں کے کامل ترین لوگ وہ ہوتے ہیں جو "اگھور پنتھی" کہلاتے ہیں۔

یہ کھانے کی اشیا میں بول و براز ملا کر کھا لیتے ہیں اور ہندو اس فرقے کو منبع کمالات و مخزن کرامات سمجھتے ہیں۔

چار داگ | چار داگ' ہندوؤں کی ایک جماعت ہے جو کسی پیشوا کی مقلد نہیں ہے یہ لوگ برہمنوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ لوگ اپنے گلے میں جنیو (زنار) اس لئے باندھتے ہیں کہ ڈھور ڈنگروں کو بغیر رسی کے نہیں چھوڑا جا سکتا۔

دریائے گنگا | گنگا جو ہندوستان کا ایک بہت بڑا دریا ہے کہ ہندو اس کا نام بڑی تعظیم اور توقیر کے ساتھ زبان پر لاتے ہیں اور گنگا کو صاحب کشف و کرامات عورتوں میں شمار کرتے ہیں اور اس بات پر متفق ہیں کہ گنگا مہادیو کی جٹا سے نکلی ہے، یہ مقدس دریا فرقہ چارواک کے اعتقاد میں انزال کے پانی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا یہ لوگ مہادیو کو عضو تناسل نیز برہما اور کرشن کو دو فوطے قرار دیتے ہیں۔ یعنی مہادیو برہما اور کرشن۔ یعنی ان کا عقیدہ ہے کہ تینوں نام انسان اور حیوانات کے عضو تناسل کا ایک علامتی نام ہیں اور ہندو مردوں کے لئے جو کھانا پکوا کر برہمنوں وغیرہ کو کھلاتے ہیں وہ بھی اُن کے عقیدہ کے مطابق بالکل بیکار بات ہے۔ اس کی کوئی لذت یا فائدہ مُردے کو نہیں پہونچتا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ بات تو اس وقت قبول کی جا سکتی ہے جب ایک شخص کسی شہر سے ایک منزل کے فاصلے پر جائے اور مفلسی کی وجہ سے بھوکا مر رہا ہو اور شہر میں کھانا پکا کر اس کے نام سے تقسیم کر دیا جائے اور وہ برابر بھوک سے فریاد کر رہا ہے۔ اگر اس کھانے کا کوئی فائدہ اسے پہنچ سکتا ہے تو مردے کو بھی اس بھوگ سے نفع ہونے کی توقع کی جا سکتی ہے، پس اگر زندگی میں یہ بات ممکن نہیں تو مردے کے لئے بدرجۂ اولیٰ فضول ہے۔

سراوگی | سراوگی نام کا ایک گروہ ہے جو سوائے پارس ناتھ کے کسی دوسرے کی پوجا نہیں کرتا۔ یہ ایک جگہ کا نام ہے جو پارس ناتھ کا مسکن تھا۔ اس مذہب کے پیرو بہت ہی رحمدل واقع ہوئے ہیں۔ اتنے کہ حماقت اور بزدلی کی حد تک۔ یہ "کاٹنے" کے لفظ سے اتنے گریزاں ہیں کہ اسے زبان پر لانا بھی گوارا نہیں کرتے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ لوگ ہر قسم کے گوشت سے بلکہ ہر اس چیز سے جو رنگ اور بو میں اس کے مانند ہو، مثلاً مسور اور سخت گاجر وغیرہ سے پرہیز کرتے ہیں۔ کیونکہ مسور رنگ میں اور گاجر ہڈی میں گوشت سے مشابہ ہے، گوشت یا اس سے مشابہ اشیاء کے سوا جو کچھ بھی ہاتھ آجائے اُس کے کھانے میں پرہیز نہیں کرتے۔ جب یہ لوگ بینگن یا کدو یا اور کوئی چیز بازار سے لاتے ہیں اور اُس کو چھیل کر پکانے کا ارادہ کرتے ہیں مگر اس وقت کوئی شخص آجائے اور پوچھ بیٹھے کہ یہ بینگن (یا جو کچھ بھی ہو) کس نے کاٹ کر تھال میں رکھا ہے تو پھر یہ اسے کھانا یا پکانا تو بڑی بات ہے، ہاتھ

نہیں کھائیں گے کیونکہ "کاٹنا" ان کی اصطلاح اور عقیدے کے مطابق ذی حیات (جیو) کے لئے آتا ہے چاہے وہ آدمی ہو یا حیوانوں میں سے کوئی اور جنس ہو۔ اور جس طرح کسی جاندار کی ہتیا کرنے میں یا اس کے اعضا کاٹنے سے یہ خود بچتے ہیں اسی طرح اگر کوئی اور شخص یہ حرکت کرے تو اسے دیکھنے کے بھی روادار نہیں ہوتے۔ اس عمل کے فاعل کو یا گوشت کھانے والے کو، یا اس عمل کے دیکھنے والے کو وہ سخت بے رحم، خدا ناترس، اور شقی سمجھتے ہیں۔ لہذا لفظ "کاٹنا" سے ان کا ذہن کسی جاندار کے ہاتھ پانوں کاٹنے کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور یہ تصور انہیں پھر اس چیز کے کھانے کی اجازت نہیں دیتا جس کے لئے یہ استعمال کیا گیا ہو۔ (خواہ وہ ترکاری ہی کیوں نہ ہو)

اس فرقے کے سلسلے میں ایک اور حکایت یوں بیان کی گئی ہے کہ کسی زمانے میں ہندوستان کے کسی شہر میں جہاں کا حاکم راجپوت تھا، ایک مفلس مسافر وارد ہوا۔ قیاس یہ ہے کہ وہ شہر جودھ پور، اودے پور، بیکانیر اور انبیر میں سے کوئی شہر ہو گا [ان میں سے جودھپور اور بیکانیر، راٹھور راجپوتوں کے دارالحکومت ہیں۔ اور انبیر کچھواہہ نامی راجپوتوں کی ریاست ہے۔ راجہ جے سنگھ سوائی حاکم انبیر نے بہت خوبصورت عمارتیں اور بازار بنوا کر انبیر کا نام جے نگر رکھا تھا، اسی کو جے پور بھی کہتے ہیں اور اودے پور ہندوستان کا پایۂ تخت ہے۔ کسی زمانہ میں تمام راجہائے عالی شان، راجہ اودے پور کے تابع فرمان تھے۔ اگرچہ اب وہ ریاست (اودے پور) بادشاہ ہندوستان کی طرح دوسروں سے مغلوب ہے اور مسلمانوں کی لکھی ہوئی بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ راجہ اودے پور، نوشیروان عادل کی نسل سے تھے لیکن یہ بات بالکل بے اصل ہے اور سادات میں سے کچھ لوگ بغیر کتاب دیکھے راجپوتوں سے ہمشیرزادگی کا رشتہ ثابت کرتے ہیں اور اسے حضرت شہربانو کے واسطے سے کہتے ہیں، جنہیں حضرت علی اصغر کی عجمی والدہ لیلیٰ سے نسبت ہمشیرزادگی تھی۔ علی اصغر حضرت حسینؑ کے منجھلے صاحبزادے تھے، جو اب علی اکبر کے نام سے مشہور ہیں۔ اور یہ راجپوت اپنے سلفین اور نوشیروان عادل کی نیک نامی اور اسلام کے طنطنے پر نظر رکھتے ہوئے اس فرضی قرابت کا اقرار کرتے ہیں اور اسے آخرت کا سرمایۂ سعادت سمجھتے ہیں۔

حسینی برہمن مگر یہ دعویٰ بھی حسینی برہمنوں کے دعویٰ کی طرح لغو ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ برہمنوں میں یک گروہ اس بات کا مدعی ہے کہ ہم لوگ حسینی برہمن ہیں اور ہندوؤں کے آگے کبھی دست سوال دراز نہیں تے، مسلمان جو کچھ دیتے ہیں ہم اسی پر بسر اوقات کرتے ہیں۔ مسلمانوں ہی سے مانگنے کی یہ قید بھی یوں لگا رکھی ہے کہ اس سے مسلمان خوش ہو کر انہیں کچھ نہ کچھ دیتے رہیں، ورنہ ہندو ان مسلمانوں سے و یزید کے ساتھی تھے، بدرجہا بہتر ہیں۔ بہرحال ان کا دعویٰ ہے کہ جب یزید کے ساتھی شہداء کے سروں لے کر دمشق کی طرف روانہ ہوئے تو ایک رات کو کسی برہمن کے گھر قیام کیا۔ آدھی رات کے بعد جب سارا ھر سویا ہوا تھا، آسمان سے ایک تخت اس مکان میں اترا۔ اس تخت کی برکت سے تمام گھر منور ہو گیا ھر اس تخت سے نورانی چہرے والا ایک شخص اترا اور اس نے وہ سر زمین سے اٹھا لیا۔ اور حضرت ینؓ کے سر مبارک پر بوسے دیئے پھر بین کے ساتھ رونا شروع کیا۔ اسی طرح تین اور اشخاص اس تخت سے اترے۔ پھر ایک اور تخت ہوا سے زمین پر نازل ہوا۔ اس تخت پر چار عورتیں تھیں ن میں سے ایک عورت نے سر مبارک کو زمین سے اٹھا کر بوسے دیئے اور رونا شروع کیا۔ غرض سویرا نے تک وہ دونوں تخت آسمان کی طرف روانہ ہو گئے۔ مالک مکان کی بیوی نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ر وہ بہت روئی۔ اس نے اپنے شوہر کو یہ ماجرا سنایا۔ برہمن نے یہ خواب سنا تو سر مبارک کو زمین سے ٹھا لیا اور کسی جگہ چھپا دیا۔ جب صبح ہوئی اور سروں کو لے جانے والوں نے روانگی کا ارادہ کیا اور سروں کے ڈھیر میں حضرت حسینؓ کا سر مبارک نہ پایا تو بہت حواس باختہ ہوئے اور انہوں نے صاحب انہ سے پوچھ گچھ شروع کی۔ برہمن نے قسمیں کھائیں۔ مگر جب ان لوگوں نے اسے ڈرایا دھمکایا تو اس نے اپنے ایک لڑکے کا سر کاٹ کر ان کے حوالے کر دیا جسے سپاہیوں نے یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ یہ وہ سر مبارک نہیں ہے اب وہ بے چارا اپنے دوسرے لڑکے کا سر کاٹ کر لایا۔ اسے بھی انہوں نے رد کر دیا طرح اس نے اپنے اٹھارہ لڑکوں کے سر کاٹ کر ان کو دیئے اور انہوں نے ہر بار انہیں شناخت کر کے رد کر دیا۔ بالآخر انہوں نے اس غریب برہمن کو قتل کر ڈالا اور حضرت حسینؓ کے سر مبارک کو نکال کر شام لے گئے۔ یہ قصہ حسینی برہمنوں کی زبانی منقول ہے۔ لیکن دوسرے ہندو اور برہمنوں کے دوسرے

فرقے اسے مشغلہ سمجھتے ہیں۔ طرفہ تر یہ ہے کہ بعض بے وقوف اثنا عشری اور خصوصاً امیر زادے اُسے باور کرتے ہیں اور وہ حسینی برہمنوں کی تعظیم و توقیر اپنے علمائے دین کی تعظیم و توقیر سے بھی زیادہ کرنے میں کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ ہم سے بلکہ ہمارے علمائے دین سے بھی بدرجہا بہتر ہیں کیونکہ اُن کے بزرگوں نے حضرت سید الشہداء علیہ السّلام کے لئے اپنے اٹھارہ لڑکوں کو قربان کر دیا تھا' بس اتنا کہہ کر رونا شروع کر دیتے ہیں۔

یہاں حسینی برہمنوں کے بارے میں ایک دلچسپ قصہ یاد آ گیا جن دنوں ہندوستان کے وزیر نواب عماد الملک نے کابل میں رحلت فرمائی اور راقم الحروف اُن کی وفات کے بعد وہاں قیام پذیر تھا تو ایک ہندو نواب مرحوم کے داماد میر نصیر اللہ

نور محمد پانڈے کے ساتھ خواجہ امیر خاں سلمہٗ تعالیٰ کے مکان پر آیا جو نواب مقدم الذکر کے خالہ زاد بھائی اور نواب موصوف کے داماد تھے۔ اُس نے کہا " میں حسینی برہمن ہوں اور کربلائے معلی کا رہنے والا ہوں " میں نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ کہنے لگا، نور محمد پانڈے یعنی ملا نور محمد۔ کیونکہ ہندی میں پانڈے کا وہی مفہوم ہے جو فارسی میں مُلا کا ہے اور یہ لقب برہمنوں کے لئے مخصوص ہے اب ہر برہمن کے نام کے ساتھ مجازاً لفظ پانڈے کا اضافہ کر دیتے ہیں؟ میں نے عربی میں پوچھا (اینَ مولدکَ) تمہاری جنم بھومی کونسی ہے؟ تو ہنس کر کہنے لگا کہ ہمارے کربلا میں فارسی زبان کوئی نہیں سمجھتا۔ وہاں کی زبان اردو ہی ہے یعنی عربی۔ اب میں نے فارسی میں پوچھا کہ " زن حبیب دو خترت را کجا گذاشتہ آمدہٗ " بیوی بچّوں کو کہاں چھوڑ آئے تو کہنے لگا۔ ہاں یہ اردوی (عربی) ہے! میں سمجھ گیا کہ بدیل ٹھنڈا کا پھیر ہے۔ اُسے کچھ دے دلا کر رخصت کر دیا۔ جب وہ چلنے لگا تو ایک عزیز نے پوچھا کہ میر سید علی مجتہد کو جانتے ہو، کہنے لگا دس سال سے مکہ معظمہ کو چلے گئے ہیں۔

خیر وہ تازہ وارد مسافر (جس کا ذکر چل رہا تھا) راجپوتوں کے ان شہروں میں سے کسی شہر میں آیا۔ چونکہ صاحب عزت تھا۔ سوال کرنے کو عیب سمجھتا تھا۔ پہلی رات تو بھوکا سو گیا۔ جب صبح ہوئی تو اُس شہر کے کسی باشندے نے اُس کے حال سے واقف ہو کر یہ پٹی پڑھائی کہ بازار میں جا کر فلاں